شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا مکتوب

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے نام

تمہید صدق جدید لکھنؤ مجریہ ۱۱ مارچ ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا وہ تاریخی مکتوب شائع ہوا ہے۔ جو انہوں نے مولانا محمد علی مرحوم کو اُن کی وفات سے چند سال قبل لکھا تھا۔ اس خط میں حضرت مولاناؒ نے رئیس الاحرار مرحوم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ انگریزوں کو اسلام کی دعوت دیں، چونکہ یہ مکتوب آج سے ۳۴-۳۵ سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے بعض اُمور کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ اس زمانہ کے لوگ اس مکتوب کی اہمیت سے آگاہ ہوسکیں، واضح ہو کہ اُمت مسلمہ وہ جماعت ہے، جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دُنیا میں آئی ہے۔ اور اس کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ اس پیغام کو دُنیا میں پھیلائے۔ یہ اس کی زندگی کا تنہا فریضہ ہے۔ لیکن افسوس کہ مُسلمانوں نے ایک صدی کے بعد اپنے اس فرض کو بھلا دیا۔ اس راہ میں سب سے بڑی ضلالت سلطنت کو منتہائے مقصود سمجھ لینے سے آئی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندیشہ کہ "انی لا اخاف علیکم الفقر ولکن اخاف ان تبسط علیکم الدنیا" (میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم پر مُفلسی مسلط ہو جائے گی۔ بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دُنیا مُسلط ہو جائے گی۔ یعنی تم اللہ کے بجائے حصول سلطنت کو مقصدِ حیات بنا لوگے) بالکل دُرست نکلا، جب مُسلمانوں کو سلطنت حاصل ہوگئی۔ تو وہ صرف کشور کشائی اور حکمرانی ہی کو مقصودِ حیات سمجھ بیٹھے، حالانکہ اِن کا مقصد حیات، اسلام کے عادلانہ نظام کو دُنیا میں قائم کرنا تھا۔ اور یہ سلطنت اس نظام کے قیام کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ بالفاظ دگر، جو چیز مقصود بالعرض تھی اُنہوں نے اس کو مقصود بالذات قرار دے لیا۔ اس کا نتیجہ ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں،

اس بات کا ثبوت کہ مُسلمانوں کا مقصد حیات دُنیا کو ملوکیت کی لعنت سے آزاد کر کے۔ اسلامی نظام عدل سے بہرہ اندوز کرنا تھا۔ اُس جواب سے مل سکتا ہے۔ جو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے ایرانیوں کے اس سوال کا دیا تھا۔ کہ تم لوگ ہمارے مُلک میں کیوں آئے ہو؟

حضرت موصوفؓ نے جواب میں لکھا تھا: "ان اللہ ارسلنا لنخرج الناس من جور الملوک وظلمات الجہالۃ الی عدل الاسلام ونور الایمان" یعنی ہم خود نہیں آئے ہیں، بلکہ ہمیں اللہ نے بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ ہم انسانوں کو بادشاہوں کے ظلم وستم اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے عادلانہ نظام حیات اور ایمان کے نور میں داخل کریں،

© rasailojaraid.com

اس وقت ملت اسلامیہ کی اصلاح و تجدید کے مدعی مختلف گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے تو اس کی ضرورت سمجھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عہد پرانا ہو چکا۔ اب ایک نئی ملکی نبوت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نے اس کی دعوت دی۔ مگر ناکام رہا۔ اور ملت محمدیہ سے اس کا رشتہ بالکل کٹ گیا۔ دوسرے گروہ نے رسالت محمدی کو تو قائم رکھا۔ مگر وحی محمدی کی تعبیر میں تبدیلی کی ضرورت سمجھی اور احادیث نبوی کا انکار کیا۔ اس جماعت کا رشتہ بھی ملت محمدیہ سے کمزور پڑ گیا۔ تیسری جماعت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ کو تسلیم کرتی ہے۔ مگر ہر آیت اور حدیث کو اپنی ناقص عقل کے معیار پر جانچنا چاہتی ہے۔ اس لئے معجزات کی منکر ہے۔ سود کے جواز کی قائل ہے۔ اور مسائل حیات کو شریعت کے بجائے اپنی عقل سے طے کرنا چاہتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکا شمار دین محمدی کے مؤولین میں ہوا، مومنین میں نہیں۔ چوتھا گروہ وہ ہے۔ جو نئی نبوت نہیں چاہتا۔ نیا قرآن نہیں مانگتا۔ نئی نماز کا مبلغ نہیں۔ لیکن وہ ایک امامت کا خواستگار ہے۔ جو اسلام کا نیا نظام مرتب کرے۔ کفر و ایمان اور اطاعت امیر کے نئے نقشے بھرے۔ یورپ کی "ازم" والی تحریکوں کی طرح مسلمانوں میں ایک نئی تحریک کا آغاز کرے۔ کلامی اور فقہی مسائل کا فیصلہ ایک نئے مجتہدانہ انداز سے کرے۔ ممکن ہے کہ یہ گروہ موجودہ انقلابی دور میں نوجوانوں کے لئے تشفی کا پیغام ثابت ہو۔ لیکن اس کا طریق کار اور طریق فکر، امت کے جمیع طبقات کے مطابق نہیں،

(ماخوذ از "مولانا محمد الیاس رح اور انکی دعوت)

حاصل کلام اینکہ امت محمدیہ کے مزاج کے مطابق یہ ضروری ہے کہ داعی اور دعوت اور طریق دعوت، تینوں چیزیں طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں، داعی خود بھی قلباً اور قالباً، داعی اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہو۔ ظاہری اعمال کے علاوہ اس کے باطنی احوال بھی منہاج نبوت پر ہوں، اخلاق و عادات میں اتباع سنن نبوی کی کیفیت ہو۔ استرضائے باری کے علاوہ اور کچھ مطلوب و مقصود نہ ہو۔ پھر ضرور ہے۔ کہ دعوت بعینہٖ وہی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دی تھی۔ پھر دعوت کا طریقہ بھی وہی اختیار کیا جائے۔ جو داعی اول صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا۔ یعنی پہلے تزکیۂ نفس پھر اعلاء کلمۃ الحق[۱]

ان تینوں امور میں عہد رسالت کے ساتھ جتنی زیادہ مناسبت ہوگی، دعوت کی قوت میں اتنی ہی زیادہ تاثیر ہوگی (ایضاً)

یہ خط جس بزرگ نے لکھا تھا۔ اس میں یہ تینوں اوصاف پائے جاتے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید روحانی نسبت رکھتے تھے، اور انہوں نے وہی دعوت دی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دی اور طریق کار بھی وہی اختیار کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ ان کے دل میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی ایسی تڑپ تھی جس کی نظیر اس زمانے میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔

مکتوب الیہ یعنی مولنا محمد علی مرحوم بھی اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے اس زمانے میں عدیم المثال تھے۔ دین و ملت کا درد ان کے دل میں اس قدر تھا کہ امیر مینائی مرحوم کا یہ شعر اگر اس دور میں کسی انسان پر صادق آ سکتا

---

[۱] اکبر الہ آبادی مرحوم نے اس نکتہ کو یوں واضح کیا ہے،

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے تو وہ محمد علی تھے،

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

دوسری خوبیوں کے علاوہ جن سے دُنیا واقف ہے ایک خوبی ان میں یہ تھی، جس سے ان کے ہم عصر بھی بہت کم واقف تھے۔ کہ انہیں عیسائی مذہب کے بُنیادی عقائد اور اس کی ابتدائی تاریخ سے غیر معمولی آگاہی حاصل تھی، میں حیران ہوں۔ کہ انہیں اس قدر عمیق مطالعہ کا موقع کیسے مل سکا۔ اگر مشئیت ایزدی انہیں کانگریس کے "حمام بادگرد" سے نکالکر تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان بھیج دیتی تو بلاشبہ وہ وہاں کے مذہبی طبقہ کی ذہنیت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیتے، انگلستان میں تبلیغ کے لئے پہلی شرط انگریزی زبان سے واقفیت اور اس پر کامل دسترس ہے۔ اور یہ شرط محمد علی سے بڑھ کر کون پوری کر سکتا تھا۔ انگریزی زبان میں ان کی قوّتِ تحریر اور تقریر کا لوہا خود بڑے بڑے انگریز مانتے تھے، لیکن مشئیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا ٹیپو سلطان اور انور پاشا کی طرح ان کی مخفی صلاحیت بھی بروئے کار نہ آسکی،

اس خط کو شائع کرنے سے میرے دو مقصد ہیں، پہلا مقصد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے دل میں تبلیغ اسلام کی اس قدر آرزو تھی کہ انہوں نے مولٰنا محمد علی مرحوم کو اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ میں خود عرصۂ دراز سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ انگلستان اور امریکہ میں وسیع پیمانہ پر تبلیغ کا نظام قائم کیا جائے۔ اس کے اسباب حسب ذیل ہیں،

(۱) میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ انگلستان ہی نہیں، ساری مغربی دُنیا کے دُکھ کا مداوا اگر کہیں مل سکتا ہے، تو اسلام میں،

(۲) اسلام کے اصول اس قدر دل پذیر ہیں کہ عقل ان کی حقانیت کا انکار نہیں کر سکتی، اسی لئے جی بی شا نے ۱۹۲۹ء میں اپنی ایک کتاب میں یہ لکھا تھا۔ کہ اس وقت دُنیا کو ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت ہے جو اس کے پیچیدہ مسائل کو تسلی بخش طور پر حل کر سکے،

دوسری کتاب میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ آج سے سو سال کے اندر اندر یورپ یا تو مسلمان ہو جائے گا۔ یا اسلام سے ملتا جلتا کوئی مذہب اختیار کر لے گا۔

(۳) دُنیا کے مسائل حاضرہ کا حل صرف اسلام میں مل سکتا ہے،

(۴) اقبال نے لکھا ہے کہ

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد
زیر گردوں رسم لادینی نہاد

اور اس رسم لادینی کا تریاق صرف اسلام کے پاس ہے، اور کسی مذہب کے پاس نہیں ہے،

(۵) یورپ کے باشندے علمی اعتبار سے اس مقام پر فائز ہیں کہ وہ اسلام کے حقائق عالیہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور چونکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے ان کا گرویدہ ہو جانا یقینی ہے۔ جب اقبال نے یہ شعر کہا تھا۔ تو اس وقت اسلام کے یہی حقائق عالیہ ان کے پیش نظر تھے،

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

میں بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کا جو تصور قرآن حکیم نے پیش کیا ہے، اس سے بہتر تصور نہ دنیا کے کسی مذہب نے پیش کیا ہے اور نہ کسی فلسفیانہ نظام نے، یہی وجہ ہے کہ مستشرقین یورپ رات دن اسلام کے خلاف غلط بیانی میں مشغول رہتے ہیں، ان کو یہ ڈر ہے کہ کہیں اہل مغرب اسلام کی خوبیوں سے آگاہ نہ ہو جائیں، اقبال نے اسی نکتہ کو ابلیس کی زبان سے یوں ادا کیا ہے

الحذر آئین پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما مرد آفریں،
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقان نے گدائے رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر ہو گا کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں، (ارمغان حجاز)

بہرکیف یہ خط اگرچہ آج سے ۴۳-۴۲ سال پہلے لکھا گیا تھا، مگر اس کا مضمون آج بھی مسلمانان ہند و پاکستان کو اُن کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہا ہے اسی لئے صدق جدید سے ندائے حق میں نقل کیا جا رہا ہے (مدیر)

شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس رح کا مکتوب بنام رئیس الاحرار، مولانا محمد علی جوہر،
(مرسلہ افتخار فریدی صاحب سنبھلی گیٹ مراد آباد)

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ

مخدومی و مکرمی زیدہ مکارمکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آں مخدوم کی قابلیت اور ذکاوت اور قدرت علی الکلام و ہمدردی اسلام کا اس خاکسار کے دل پر نہ آج سے سکہ جمائے ہوئے ہے، بلکہ کامریڈ کی نیر تابانی کے وقت سے جوہر شناسی اور قدردانی ہے، اور شیخ الکل یعنی سیدی مولائی حضرت شیخ الہند کے زمانۂ نیاز مندی اور آمد و رفت سامی کے برتاؤ نے اس خیال کو اور مضاعف اور مدلل کر دیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیشہ سے اس پر زور الجن کے اسلام کی کوئی بڑی گاڑی کھینچنے کی طبیعت متمنی اور جویا رہی، کچھ زمانے سے خاکسار کے فہم نارسا میں یہ مضمون آ رہا ہے کہ کوئی قابل اور اہل شخص خاص اور معتدل طریقہ سے فطری اور اوسط الملل مذہب یعنی سچے اسلام کی طرف اس یورپین قوم کو زور قوت اور پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ دعوت الی الحق کرے تو اس کے لئے آپ کے سوائے کسی پر نظر نہیں جمتی۔

اس وقت یہ قوم برسر اقتدار ہے اور ایک مدت سے حکمرانی کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی عادت مع الخلق پر نظر کرتے ہوئے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ اہل حکومت لوگوں کو دعوت الی الحق کئے جانے پر مدعوئین کی دو راہ ہوتی ہیں، دعوت الی الحق کو قبول کر کے فوز دارین اور دین خداوندی اور مذہب آسمانی کی تر و تازگی اور آب و تابی اور یا اس دین سے استنکاف اور اعراض کر کے استیصال و بربادی اور ہمیشہ کے لئے خسران و نامرادی غرض کوئی سے ایک معاملہ کا ان کے ساتھ متعین ہو جانا اسی دعوت الحق کی قبولیت اور اعراز اور رد و انکار پر مبنی ہے

اس مدعا کے لئے یہ پہلا خط لکھ رہا ہوں، خدا کرے یہ تخم ایک بار آور شجر کا ہو، اور اس مراسلت کو مداومت بخشنے اس کے واسطے پہلی بات اس طرز و طریق کا متعین کرنا ہے کہ جو اس کے لئے اختیار کیا جاوے۔ جس میں چند امور قابل لحاظ سمجھ میں آ رہے ہیں،

یہ کہ مناظرے اور صریح کسی پر چوٹ کرنے سے محفوظ ہو،

دوسرے یہ جو خرابیاں اپنے مذہب کی ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں، اُن کا شافی جواب لئے ہوئے ہوں اور اپنے مذہب کی اصولی چیزوں مثلاً حسن تعلیم وغیرہ کی خوبیوں پر روشنی ڈال رہی ہو، باوجود اس کے مختصر ہونے کی بنا پر عام اشاعت کے قابل ہو، مختصر چیز کی اشاعت آسان ہوتی ہے، غرضکہ میں ایک نا اہل شخص قابل دیگانہ زمانہ کو کیا متوجہ کروں کہ کن کن امور کی رعایت ضروری ہے، آپ خود مجھ سے اچھا سمجھ سکتے ہیں،

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس کے مالہٗ و ماعلیہ پر کافی نظر کر کے کوئی طریق اولیٰ متعین کر لیا جاوے اور پھر خدائے پاک وحدہٗ لاشریک لہٗ کی نصرت قطعیہ کا یقین کر کے خدائے پاک پر بھروسہ کرتے ہوئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سرخروئی اور آخرت کا بہترین ذخیرہ سمجھتے ہوئے اس کام کو تندہی سے شروع کر دیا جائے پھر حق تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق۔

۱۔ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

۲۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ٥

۳۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ٥

۴۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ٥

کشتی کو کسی کنارے لگا ہی دیں گے، رائے سامی سے مطلع فرمائیں والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ بقلم احتشام غفر لہ

(دیکھئے، باقی بر صفحہ ۲۹)

© rasailojaraid.com